بلائے جان
pklibrary.net
pklibrary.net
نادان مردوں کو اپنے اشاروں پر نچانے والی حسینہ کا قصہ

www.pklibrary.net

بلائے جان

ایک عورت کا شرمناک قصہ جو
نادان مردوں کو اپنے اشاروں پر نچانا جانتی تھی
اور انہیں ہر روا اور ناروا کام کرنے پر مجبور کردیتی تھی۔

pklibrary.com

www.pklibrary.net

میں ایک معمولی سا انسان ہوں۔ اگرچہ کوئی انسان معمولی نہیں ہوتا۔ ایسا ہونے سے انسانیت معمولی ہو جائے گی۔ میں ایک گھریلو ملازم ہوں۔ حق حلال کی کمائی کھاتا ہوں اس لئے معمولی تو ہوں مگر گیا گزرا نہیں ہوں۔ بڑی فرض شناسی سے گھر کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام دن رات کرتا ہوں۔ کبھی میں نے عام لوگوں کی طرح یہ نہیں سوچا کہ میری ڈیوٹی صرف آٹھ گھنٹے کی ہونی چاہئے۔ میں کام کو اور نمک حلالی کو اولیت دیتا ہوں۔ مجھے آدھی رات کو بھی بلایا جائے تو میں فوراً نیند سے اٹھ کر سرونٹ کوارٹر سے دوڑتا ہوا کوٹھی میں چلا آتا ہوں۔

فی زمانہ نمک حلالی کی قدر نہیں رہی۔ بندہ جتنا جھکتا ہے' آقا اتنا ہی اسے جھکاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ جہاں میں کام کرتا ہوں' وہاں ذرا سی بھی بھول چوک ہوتی تھی تو دس باتیں سنائی جاتی تھیں۔ ایک بار تو بیگم صاحبہ نے گالیاں بھی دیں۔ مجھے بہت برا لگا لیکن میں نے برداشت کر لیا۔

دراصل ہمارے مالکان شعوری یا غیر شعوری طور پر ہماری قوتِ برداشت کو آزماتے ہیں۔ اگر ہم صرف باتیں سنتے ہیں تو وہ باتیں سنانے کی حد تک رہتے ہیں۔ اگر ہم ایک بار گالی کھا کر چپ ہو جائیں تو پھر ہمارے لئے گالیاں مقدر بنا دی جاتی ہیں۔ ہماری خاموشی اور ہمارا جھکا ہوا سر انہیں سمجھا دیتا ہے کہ ہم مجبور ہیں اور گالیوں سے آگے جوتے بھی کھا سکتے ہیں۔

یہ جو ہماری مجبوریاں ہوتی ہیں' یہی ہمیں ذلیل کرتی ہیں۔ اگرچہ گھریلو ملازم نایاب سمجھے جاتے ہیں۔ جس کوٹھی میں جاتے ہیں' وہاں فوراً ہی انہیں اچھی تنخواہ پر کام مل جاتا ہے۔ انہیں روزگار کی مجبوری نہیں ہوتی۔ میں جن مجبوریوں کا ذکر کر رہا ہوں' وہ اور طرح کی ہوتی ہیں۔ ہم کام کرنے والوں کو دوسرے حیلوں بہانوں سے اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے اس طرح جکڑ دیا جاتا ہے کہ وہ ان دیکھی زنجیروں کو

www.pklibrary.net

توڑ نہیں سکتا۔ اس کوٹھی کی ملازمت کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتا۔ ایسی ہی ایک زنجیر سے مجھے جکڑ دیا گیا تھا۔ اس کوٹھی میں خاندان کے ایک بزرگ دادا جان تھے' جو میرے صاحب کے والد صاحب تھے۔ اس کوٹھی کی چار دیواری میں اور اپنے وسیع خاندان میں محترم تھے لیکن اپنے ہی بیٹے کے گھر میں دو کوڑی کے تھے کیونکہ وہاں بیگم صاحبہ کی حکومت تھی اور وہ ہر معاملے میں ضرورت اور اہمیت کو دیکھتی تھیں۔ ان کے مزاج اور نقطۂ نظر کے مطابق اس شاندار کوٹھی میں کھانسنے اور بلغم تھوکنے والے دادا جان کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ صاحب کے سامنے بات بات پر ان کی کوئی نہ کوئی برائی کرتی تھیں۔ ان کے سٹھیا جانے کے قصے سناتی تھیں۔ یوں بیٹے کی نظروں میں باپ کا بھاؤ گراتی رہتی تھیں۔ میرا بھاؤ ڈانٹ ڈپٹ سے گرایا جاتا تھا اور دادا جان کا بھاؤ بڑے ادب سے برائیاں پیش کر کے گرا دیا جاتا تھا۔

صاحب آئینے کے سامنے شیو کرتے وقت یا لباس پہنتے اور ٹائی کی گرہ درست کرتے وقت اپنے باپ کی ڈھیر ساری برائیاں سنتے تھے اور جواباً ہوں ہاں کہتے رہتے تھے۔ صبح بڑی جلدی میں رہتے تھے۔ دولت کی ٹرین چھوٹنے والی ہوتی تھی۔ گارڈ سیٹی بجاتا اور جھنڈی لہراتا تھا۔ وہ جلدی سے دوڑ کر سوار ہوتے تھے۔ ٹرین میں بیٹھ کر آگے نکل جاتے تھے۔ پیچھے باپ کھانستا رہ جاتا تھا۔ رات کو دولت کی یہ ٹرین مالا مال ہو کر بہت لیٹ آتی تھی۔ وہ تھک جاتے تھے یا شراب کے نشے میں بستر پر آ کر گر جاتے تھے اور گہری نیند میں ڈوب جاتے تھے۔ دادا جان کی خیریت پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔

بیگم صاحبہ کو یہی فکر کھائے جاتی تھی کہ اتنی عالی شان کوٹھی میں ایک بوڑھا کیوں ہے؟ اس سے کس طرح پیچھا چھڑایا جا سکتا ہے؟ کسی رشتے دار کے ہاں اس بوڑھے کو پے انگ گیسٹ کے طور پر چھوڑا جا سکتا تھا لیکن اس سلسلے میں جو اخراجات ہوتے' اسے بیگم صاحبہ برداشت نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ حالانکہ صاحب کروڑ پتی کی آخری حد میں تھے اور بہت جلد ارب پتی کہلانے والے تھے لیکن دادا جان کے متعلق فیصلہ تھا کہ کچھ خرچ کئے بغیر ان سے پیچھا چھوٹ جائے۔

ان کی آتی جاتی بیماریوں نے برسوں یہ امید بندھائی کہ وہ آج کل میں دنیا سے اٹھنے والے ہیں لیکن ایسی کوئی امید بر نہیں آئی۔ میں انہیں پیدل خیراتی ہسپتال لے

www.pklibrary.net

جاتا تھا۔ وہ پانی ملا ہوا مکسچر اور سستی گولیاں کھا کر صحت یاب ہو جاتے تھے۔ بیگم صاحبہ مجھے گھور کر دیکھتی تھیں پھر پوچھتی تھیں۔ "عبدل! کیا تو بڑے میاں کو کسی بڑے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا؟"

میں قسمیں کھا کر کہتا تھا۔ "آپ جانتی ہیں۔ بڑے ڈاکٹروں کی فیس دو تین سو روپے ہو چکی ہے۔ بازار سے تین چار سو روپے میں دوائیں آتی ہیں۔ اتنی رقم نہ میرے پاس ہوتی ہے اور نہ بڑے صاحب کے پاس۔ میں تو انہیں خیراتی اسپتال لے جایا کرتا ہوں۔"

وہ اپنے مقدر سے جی رہے تھے مگر وہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑی رہتی تھیں۔ کبھی کسی کام سے یا سیر و تفریح کے لئے کوٹھی سے باہر جاتی تھیں تو مجھے اپنا جاسوس بنا کر دادا جان کے پیچھے چھوڑ جاتی تھیں پھر واپس آ کر دادا جان کے ایک ایک پل کا حساب لیتی تھیں، کس وقت انہوں نے کیا کیا؟ کس کمرے میں کب گئے؟ کیا کھایا؟ کیا پیا؟ کیا تم نے انہیں کچن میں جانے دیا تھا؟

مجھے ان بزرگ سے صرف ہمدردی نہیں، محبت بھی تھی۔ وہ بیچارے شاید ہی کبھی کوٹھی کے اندر جاتے تھے۔ کوٹھی کے پیچھے کچن کے قریب ایک اسٹور روم میں زندگی کے باقی ایام گزار رہے تھے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ دادا جان بہو کے سامنے سر جھکا کر انکسار سے بولتے تھے اور میں سر اٹھا کر سینہ تان کر اس لئے بولتا تھا کہ اکلوتا ملازم تھا۔ تین ملازموں کا کام تنہا نمٹایا کرتا تھا اور کبھی کسی بات پر کہہ دیتا تھا کہ فلاں کوٹھی والے مجھے دگنی تنخواہ پر بلا رہے ہیں۔

یوں بیگم صاحبہ دہری فکر میں مبتلا تھیں۔ ایک فکر یہ تھی کہ بڑے میاں کس طرح یہاں سے جا سکتے ہیں؟ دوسری فکر یہ تھی کہ میں کسی بھی طرح یہاں سے کام چھوڑ کر نہ جاؤں۔

ایک رات کا ذکر ہے، دادا جان لان میں رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے پاس ٹھنڈی گھاس پر بیٹھ کر ان کے پیر داب رہا تھا۔ بیگم صاحبہ ایک تقریب میں گئی ہوئی تھیں۔ وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہے ہوں گے اسی لئے سکون سے آنکھیں بند کئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے جیسے سو رہے تھے۔

www.pklibrary.net

ایسے وقت میری نظر کوٹھی کی چھت پر گئی۔ میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ وہاں کوئی سایہ سایہ جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔ دوپٹے کا آنچل ہوا میں لہرا رہا تھا اور میرے تجسس کو بھڑکا رہا تھا کہ اس کوٹھی میں بیگم صاحبہ کے علاوہ دوسری کوئی عورت نہیں ہے پھر وہ چھت پر کون ہے؟

جب تجسس بھڑکتا ہے تو اسے دور کئے بغیر بے چینی نہیں جاتی۔ میں نے دادا جان کو دیکھا۔ اگر وہاں سے جانا چاہتا تو ان کی آنکھ کھل جاتی پھر وہ سوال کرتے کہ کہاں جارہا ہوں؟ اور میں تصدیق کئے بغیر معقول جواب نہیں دے سکتا تھا کہ جسے دیکھنے جارہا ہوں' وہ سیدھی آسمان سے اتر کر چھت پر آئی ہے یا میری نظروں کا دھوکا ہے۔

میں نے پھر ادھر دیکھا۔ اب وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ البتہ کبھی کبھی لہراتا ہوا آنچل جھلک رہا تھا اور میرے تجسس کو سبز جھنڈی دکھا کر مجھے اپنی طرف بلا رہا تھا۔ ایسے وقت میں ان کے پیر دابنا بھول گیا تھا۔ میں بڑی آہستگی سے گھاس پر سے اٹھا۔ بوڑھے کچی نیند سوتے ہیں۔ انہوں نے نیم وا آنکھوں سے دیکھا پھر پوچھا۔ "اے کام چور! کہاں جارہا ہے؟"

میں نے اسکول کے بچوں کی طرح فوراً ہی اپنی چھوٹی انگلی دکھائی۔ انہوں نے سر ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے مگر وہیں نہ بیٹھ جانا۔ اگر تیری بیگم صاحبہ آجائیں گی تو نہ تیری خیر ہوگی اور نہ ہی میری۔"

"میں نے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ بیگم صاحبہ کسی کے ہاں مہندی پر گئی ہیں۔ رات کے بارہ ایک بجے سے پہلے واپس نہیں آئیں گی۔"

میں کوٹھی کے ایک طرف سے گھوم کر سرونٹ کوارٹر کی طرف آیا۔ ادھر سے ایک زینہ چھت کی طرف جاتا تھا۔ میں اس زینے پر چڑھتا ہوا اوپر آیا۔ وہ منڈیر سے لگی دوسری طرف منہ کئے ہولے ہولے گنگنا رہی تھی۔ میرے قدموں کی آہٹ سنتے ہی گنگناہٹ تھم گئی مگر وہ اسی طرح منہ پھیرے کھڑی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "اے! کون ہے تُو؟"

اس نے بڑے اطمینان سے لچکنے کے انداز میں گھوم کر مجھے دیکھا۔ بڑی بڑی کاجل بھری آنکھیں تھیں۔ کھلتا ہوا گندمی رنگ تھا۔ اس نے ایک ادائے ناز سے گوندھی ہوئی چوٹی کو پیچھے سے آگے کیا پھر اس کے پراندے سے کھیلنے لگی۔ میں نے

www.pklibrary.net

پوچھا۔ "کیا بہری ہے؟ سنائی نہیں دیتا؟ آخر تُو کون ہے؟ اور ہماری چھت پر کیا کر رہی ہے؟"

وہ ذرا ہنسی پھر بولی۔ "تیری چھت؟ کیا یہ تیری چھت ہے؟ کبھی خواب میں ہی ایسی کوٹھی اور چھت کا مالک بن کر دکھا دے۔"

"میں مالک ہوں یا نہیں مگر تُو کون ہے؟"

"میں مالکن ہوں' چھوٹی مالکن۔ آج ہی آئی ہوں۔"

میری ساری اکڑ نکل گئی میں فوراً ہی ادب سے بولا۔ "آ..... آپ چھوٹی بی بی جی ہیں؟ لندن سے آئی ہیں؟ وہ بات یہ ہے کہ میں بازار سے سودا لانے شام کو گیا تھا واپسی میں دیر ہو گئی مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ آپ آئی ہوئی ہیں۔ بیگم صاحبہ نے بھی جاتے وقت آپ کا ذکر نہیں کیا۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "میں لندن والی نہیں ہوں بیگم ماں مجھے بیٹی بنا کر یہاں لائی ہیں۔ میں تمہاری بیگم صاحبہ کو بیگم ماں کہتی ہوں۔"

وہ پھر ایک بار ہنس کر بولی۔ "پہلے مجھے "تُو" کہہ رہا تھا' اب "آپ" پر آ گیا۔ ویسے مجھے تُو اچھا لگتا ہے کیونکہ میں تیری ہی ذات برادری کی ہوں۔ اس کوٹھی کا ڈرائیور صدیق میرا بہنوئی ہے۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "کبھی بیگم صاحبہ کی بیٹی بن جاتی ہے۔ کبھی ڈرائیور کی سالی' کیا تُو کوئی پاگل عورت ہے؟"

"اے خبردار! میں عورت نہیں ہوں لڑکی ہوں لڑکی۔ ابھی تو میری شادی نہیں ہوئی۔ شادی کے بعد تُو جو چاہے کہہ سکتا ہے۔"

"تجھے ذرا بھی شرم لحاظ ہے؟ کیا ہر ایک سے اسی طرح بے شرمی سے باتیں کرتی ہے؟"

میں اس کی بے باکی پر حیران تھا وہ پہلی ملاقات میں کسی فلمی ہیروئن کی طرح گلے پڑ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تُو کس رشتے سے مجھ سے ایسی باتیں کر رہی ہے؟"

اس نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی ایک باریک سی سونے کی زنجیر کو ایک چٹکی میں پکڑ کر کھینچا۔ وہ زنجیر قمیض کے وی گلے کی گہرائی سے نکلتی ہوئی باہر آئی۔ اس زنجیر کے ساتھ دل کی شکل کا ایک لاکٹ تھا۔ اس نے لاکٹ کھول کر میرے سامنے کر دیا پھر کہا

www.pklibrary.net

"لے دیکھ....."

میں نے دیکھا اور پھر دیکھتا رہ گیا۔ اس دل نما لاکٹ میں میری چھوٹی سی تصویر تھی۔ میں نے شدید حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے۔ میں تجھے پہلی بار یہاں دیکھ رہا ہوں اور تو میری تصویر ایسے لئے پھر رہی ہے جیسے مجھ سے پرانی جان پہچان ہو۔ یہ تصویر تجھے کہاں سے ملی؟"

وہ لاکٹ بند کرتے ہوئے بولی۔ "اپنے بہنوئی کی جیب سے چرائی ہے۔"

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ ایک جوان لڑکی اپنے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میری تصویر لگائے رکھتی تھی۔ یہ پیار کا ایسا انداز تھا کہ میرا بھی دل اس کے لئے تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے ڈرائیور صدیق کو کبھی اپنی تصویر نہیں دی تھی نہ اس نے مانگی تھی پھر تصویر اس کی جیب میں کیسے پہنچی اور اس کی جیب سے ایک نوخیز حسینہ کے دل کی دھڑکنوں تک کیسے پہنچ گئی تھی۔ ویسے صدیق نے ایک آدھ بار اپنی سالی کا ذکر کیا تھا۔ میں نے کہا۔ "مجھے یاد آرہا ہے ایک بار صدیق نے کہا تھا کہ کہیں سے اس کی سالی کا رشتہ آیا تھا مگر سالی نے یعنی تو نے شادی سے انکار کردیا تھا۔ ویسے تو سوسائٹی کے کسی بنگلے میں کام کرتی ہے لیکن یہاں کیسے آئی ہے؟"

"یہ لاکٹ مجھے یہاں لے آیا ہے۔ میرے صدیق بھائی تیری اتنی تعریفیں کرتے ہیں کہ باجی تعریفیں سن کر کہتی ہیں کہ کسی طرح میرے رشتے کی بات تجھ سے کی جائے۔ وہ صدیق بھائی پر زور دیتی رہتی ہیں۔ میں دوسرے کمرے میں رات کو سوتے وقت بہن اور بہنوئی کی باتیں سنتی تھی اور تجھے اپنے دل میں محسوس کرتی رہتی تھی۔ ایک رات باجی نے ان سے کہا۔ "کبھی اس کی تصویر تو لاکر دکھاؤ۔"

"دوسرے دن صدیق بھائی تیرے کوارٹر سے ایک چھوٹی سی تصویر چھپاکر لائے۔ باجی تصویر دیکھ کر مچل گئیں کہ یہ رشتہ ہونا ہی چاہئے۔ دونوں کی جوڑی خوب رہے گی۔ ایسی باتیں اور ایسی تعریفیں سن کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے صبح ان دونوں کے جاگنے سے پہلے ہی وہ تصویر صدیق بھائی کی جیب سے چرالی۔"

وہ بول رہی تھی، میرے سامنے اپنا دل کھول رہی تھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی پیاری پیاری سی من موہنی سی لڑکی مجھ سے دور رہ کر مجھے اس قدر چاہتی ہوگی۔ اس رات دنیا کے خوش نصیب عاشقوں کی فہرست میں میرا نام درج

www.pklibrary.net

ہو گیا تھا۔

وہ کہہ رہی تھی۔ "جذبۂ عشق سچا ہو تو قریب آنے کی کوئی راہ نکل ہی آتی ہے ایک روز اللہ مجھ پر مہربان ہو گیا۔ تمہاری بیگم صاحبہ سوشل ویلفیئر کے کسی کام سے ہماری کوٹھی میں آئیں۔ میں نے صدیق بھائی کو ان کی گاڑی چلاتے دیکھا تھا اس لئے انہیں پہچان لیا۔ میں نے ان کے سامنے بڑے ادب اور سلیقے سے چائے اور ناشتا پیش کیا۔ تو مجھے پھر بے شرم کے گا مگر دل کی بات کہتی ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میری ہونے والی ساس مجھے پسند کرنے آئی ہے۔ میں نے اپنے طور طریقوں سے انہیں متاثر کرنے کی کوششیں کیں۔ چلتے ہوئے صدیق بھائی نے انہیں بتایا کہ میں ان کی سالی ہوں۔ انہوں نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا پھر مجھے بخشش کے طور پر پچاس روپے دے کر چلی گئیں۔"

اس کی باتوں سے دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ بولنے کے دوران سانس لینے کے لئے بھی رکتی تو میں بے چین ہو جاتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "تو یہاں کیسے آ گئی؟"

اس نے کہا۔ "دوسری رات باجی اور صدیق بھائی نے کہا کہ میں نوکری چھوڑ دوں۔ صدیق بھائی کی بیگم صاحبہ مجھے بیٹی بنا کر اپنے پاس رکھنا چاہتی ہیں۔"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اتنی دولت مند بیگم صاحبہ مجھے بیٹی کیوں بنانا چاہتی ہیں؟ صدیق بھائی نے بتایا کہ ان کی اپنی بیٹی لندن میں ہے' پاکستان نہیں آتی ہے۔ وہ بیٹی کی کمی کو مجھ سے پورا کرنا چاہتی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ عجیب سی قصے کہانی والی بات تھی کہ گھروں میں جھاڑو برتن کا کام کرنے والی لڑکی کو کوئی بڑی بیگم صاحبہ بیٹی بنائے۔ باجی نے کہا' ہمیں ایسی بات پر حیران نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ تقدیر جب بدلتی ہے تو اس طرح حیران ہونے والی خوشیاں ملنے لگتی ہیں۔

"میری تو جیسے عید ہو گئی تھی۔ میں تیرے قریب آنے کے خواب دیکھ رہی تھی اور اللہ میاں نے مجھے تیرے پاس بھیجنے کا سامان کر دیا تھا۔ ہماری تمہاری اوقات کیا ہے کہ بڑے لوگ ہمیں بیٹا یا بیٹی بنائیں مگر تیری چاہت نے مجھے خوش نصیب بنا دیا ہے اور تو دیکھ رہا ہے کہ اب میں تیرے سامنے ہوں۔"

میں نے اسے نظر بھر کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تیرے اس لباس کو پہچانتا ہوں یہ بیگم صاحبہ کا ہے۔ اسے پہن کر' یوں بن سنور کر واقعی کوٹھی والی لگتی ہے لیکن بیٹی بن

www.pklibrary.net

کر آئی ہے تو ان کے ساتھ مہندی میں کیوں نہیں گئی؟"

"بیگم ماں نے مجھے بیٹی کا فرض سمجھایا ہے کہ ماں کی غیر موجودگی میں بیٹی کو گھر کی دیکھ بھال کرنی چاہئے۔"

"بہت خوب سمجھایا ہے۔ آخر بیگم صاحبہ ٹھہریں۔ بیٹی کے ساتھ ساتھ ایک حسین چوکیدار بھی لائی ہیں۔ اگر سگی بیٹی ہوتی تو اتنی بڑی کوٹھی میں اسے تنہا چھوڑ کر ہرگز نہ جاتیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تو یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ میں تیری خاطر یہاں رہ گئی ہوں۔ تو نے مجھے پہلے نہیں دیکھا تھا اس لئے دکھانا چاہتی تھی کہ میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ مجھے دیکھے گا تو پھر بار بار دیکھنا چاہے گا۔"

یہ کہہ کر وہ زینے کی طرف جانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہے؟"

"بیگم ماں کے بیڈ روم میں لباس اور میک اپ کا سامان بکھرا پڑا ہے۔ اسے ٹھیک طرح رکھنے جا رہی ہوں۔"

وہ زینے سے اترتی ہوئی' پلٹ پلٹ کے مجھے دیکھتی ہوئی کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ اگر وہ سرونٹ کوارٹر میں رہنے والی محض ایک ملازمہ ہوتی تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ ابھی اسے جانے نہ دیتا لیکن وہ بیگم صاحبہ کی بیٹی بن کر آئی تھی۔ ان کی اترن پہن کر بڑے گھر کی بیٹی لگ رہی تھی۔ شاید اسی لئے اسے روک نہ سکا کہ لاشعوری طور پر اس سے مرعوب اور متاثر ہو گیا تھا۔

میں چھت سے اتر کر دادا جان کی طرف جانے لگا۔ جب کہ دل کہہ رہا تھا کوٹھی کے اندر جا کر اسے پھر ایک بار دیکھوں۔ اس نے درست کہا تھا کہ ایک بار دیکھنے کے بعد اسے بار بار دیکھنے کی آرزو کروں گا۔ میرا دل ادھر ہی لگا رہا اور میرے قدم مجھے دادا جان کے پاس لے آئے۔ وہ کرسی پہ بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے تھے۔ میں نے ان کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔ "بڑے صاحب! اٹھیں۔ بڑے صاحب!"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ "آں؟ کیا..... کیا بہو آ گئی ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے اس لئے جگایا ہے کہ آپ کمرے میں جا کر آرام سے سو جائیں۔"

انہوں نے بہو کو نہ پا کر اطمینان کی سانس لی پھر کہا۔ "میں نیند میں تھا مگر تو خواب

www.pklibrary.net

میں بول رہا ہے۔ آرام اور میرے کمرے میں؟ جہاں نہ تازہ ہوا کے لئے کھڑکی ہے اور نہ ہی گرم ہوا باہر پھینکنے کے لئے وینٹی لیٹر ہے۔"

بڑے صاحب کے حالات دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا تھا۔ جن دنوں وہ خوب کماتے تھے تو اس اسٹور روم میں پھلوں اور میووں کی پیٹیاں لاکر رکھتے تھے تاکہ تمام رشتے دار آتے رہیں اور کھاتے رہیں۔ اب اسی کال کوٹھری میں وہ باقی عمر قید گزار رہے تھے۔ وہاں گرمی اور حبس کی وجہ سے ان کے جسم پر باریک دانے نکل آتے تھے۔ جب میں کوٹھی سے گرمی دانوں کا پاؤڈر چرا کر لاتا تھا اور پاؤڈر چھڑک کر ان کی پیٹھ پر ہتھیلی پھیرتا تو یوں لگتا تھا جیسے میری ہتھیلی کسی ریگ مال پر رک رک کر پھسل رہی ہے۔

میں نے کہا۔ "بڑے صاحب! اس طرح کرسی پر سوتے رہیں گے تو آپ کی کمر اکڑ جائے گی۔"

انہوں نے مجھے بڑی حسرت سے دیکھا پھر کہا۔ "جب تو میری فکر کرتا ہے تو مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ کاش میں نے ساری عمر کی محنت کے بدلے تجھ جیسا ایک بیٹا کمایا ہوتا۔"

میں نے کہا۔ "خدمت کرنے والے ملازم کہلاتے ہیں۔ شاید اسی لئے صاحب' صاحب ہی رہتے ہیں۔ ملازم نہیں بننا چاہتے۔ ویسے آپ کو یاد ہے نا' ڈاکٹر نے آپ کو رات کی دوا کے ساتھ دودھ پینے کو کہا ہے؟"

"اب تو اپنی جیب سے پیسے نکالے گا اور یہاں سے نکڑ تک جاکر میرے لئے دودھ لائے گا۔"

"نہیں بڑے صاحب! کچن میں اور فریج میں دودھ ہی دودھ ہے۔ ایک گلاس لے آؤں گا۔"

"جب بیگم صاحبہ آکر قطرے قطرے کا حساب لیں گی تو کیا دودھ میں پانی ملائے گا؟"

"وہ جیسا کرتی ہیں' ان کے ساتھ ویسا ہی کرنا چاہئے۔"

انہوں نے انکار میں ہاتھ ہلا کر کہا۔ "میں نے ساری عمر بے ایمانی سے بچنے کی کوشش کی ہے اس لئے چوری اور بے ایمانی کا تجھے مشورہ نہیں دوں گا۔ آئندہ کوئی ہیرا پھیری کرنے سے پہلے یہ نہ بھولنا کہ یہ گھر میرے بیٹے کا ہے۔"

www.pklibrary.net

میرا سر جھک گیا۔ وہ اس گھر میں بزرگ نہیں سمجھے جاتے تھے اس کے باوجود گھر کو تحفظ دینے کا فرض ادا کر رہے تھے۔ میں کوٹھی کی طرف دیکھ کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "مگر دوا کے ساتھ پینے کے لئے دودھ ضرور لاؤں گا اور ایمانداری سے لاؤں گا۔ آپ کے بیٹے کے گھر میں چوری نہیں کروں گا۔ آپ اپنے کمرے میں جائیں۔"

وہ جانے کے لئے کرسی سے اٹھ گئے۔ میں لان سے گزر کر کوٹھی کے دروازے پر آیا پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی رس بھری آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

میں نے کہا۔ "دروازہ کھول۔ میں عبدل ہوں۔"

وہ مجھے بہت پہلے سے جانتی تھی۔ یقیناً میرا نام بھی جانتی ہوگی مگر اس نے پوچھا "کون عبدل؟ میں کسی عبدل وبدل کو نہیں جانتی۔"

"میں وہی ہوں' تیرے دل سے لگ کر دھڑکنے والا۔ تیرے لاکٹ میں قید رہنے والا۔"

وہ دروازہ کھول کر بولی۔ "آخر تُو نے مجھے دوسری بار دیکھنے کا کوئی بہانہ ڈھونڈ لیا ہے۔"

میں نے اندر آکر کہا۔ "یہی سمجھ لے۔ ویسے میں تجھے اس گھر کی سب سے بزرگ ہستی سے ملانا چاہتا ہوں۔ تُو نے دادا جان کا ذکر سنا ہوگا؟"

"ہاں۔ بیگم ماں نے تاکید کی ہے کہ میں ان سے دور رہا کروں اور انہیں زیادہ منہ نہ لگاؤں۔"

میں نے پوچھا۔ "اگر میں کہوں کہ تجھے دادا جان سے ملنا اور ان کی عزت کرنا چاہئے تو کیا پھر بھی انکار کرے گی؟"

وہ الجھ سی گئی۔ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولی۔ "تیرے کسی حکم سے انکار نہیں کروں گی۔ مگر بیگم ماں کو معلوم ہوگا کہ..... کہ میں....."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "انہیں نہیں معلوم ہوگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

وہ راضی ہوگئی۔ میں اس کے ساتھ کچن میں آیا۔ دیگچی سے ایک گلاس دودھ نکالتے ہوئے اسے دادا جان کی مظلومیت کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ بہت متاثر ہوئی'

www.pklibrary.net

بولی۔ "آدمی کا بڑھاپا بہت خراب ہوتا ہے۔ اسے اپنی اولاد بھی نہیں پوچھتی مگر میں پوچھوں گی اور جب بیگم ماں نہیں ہوا کریں گی تو ان کی خدمت کروں گی۔"

"آج بھی تجھے خدمت کرنا ہے۔ یہ ایک گلاس دودھ ان کے لئے لے جا رہا ہوں۔ بیگم صاحبہ کو شبہ ہو گا تو کہہ دینا کہ تُو نے دودھ پیا ہے۔"

"بیگم ماں نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں یہاں جو چاہوں پہنوں اور جو چاہوں کھاتی پیتی رہوں۔ میں ایک گلاس دودھ بھی پی سکتی ہوں اور اپنے حصہ کا دودھ دادا جان کو بھی پلا سکتی ہوں مگر یہ بات بیگم ماں سے نہیں کہوں گی۔"

میں بہت خوش ہوا کہ وہ دل کی بہت اچھی ہے۔ اگر اس سے شادی ہو گئی تو زندگی ہنستے کھیلتے گزرے گی۔ وہ دودھ کا گلاس لے کر میرے ساتھ کچن کے پچھلے دروازے سے نکلی پھر کچن کے ساتھ والے اسٹور روم میں آئی۔ اس نے دادا جان کو سلام کیا۔ میں نے اس کا تعارف کرایا۔ انہوں نے نے سن کر کہا۔ "میں نے عشاء کے وقت اسے ڈرائیور صدیق کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہ کوٹھی کے اندر جا رہی تھی۔ تم کہتے ہو' بھونے اسے بیٹی بنایا ہے بیٹی؟"

وہ ہنسنے لگے۔ ہنستے ہنستے ان کی بوڑھی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بڑے کرب سے بولے۔ "سگا خون بوڑھا اور ناکارہ ہو چکا ہے۔ اس لئے باہر سے تازہ خون کی بوتل لائی گئی ہے۔"

کچھ عرصہ پہلے بیگم صاحبہ ان سے گھر کا کام کرایا کرتی تھیں۔ پھر وہ آئے دن کی بیماریوں کے باعث کسی کام کے نہیں رہے تھے۔ وہ بولی۔ "میں سگی تو نہیں بن سکتی مگر مجھے بیٹی کہا گیا ہے تو اس رشتے سے آپ میرے دادا جان ہیں۔ یہ لیں' دوا کے ساتھ دودھ پئیں۔ یہ چوری کا مال نہیں ہے' آپ کے بیٹے کی کمائی میں آپ کا اتنا حصہ ضرور ہونا چاہئے۔ بیگم ماں سے ہم نمٹ لیں گے۔"

انہوں نے پوچھا۔ "بیٹی' تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے سب نوری کہتے ہیں۔ بیگم ماں نے مجھے یہاں آزادی سے کھانے پینے کی اجازت دی ہے۔ آپ یوں سمجھیں۔ آپ کی پوتی اپنے حصے کا دودھ آپ کو پلا رہی ہے۔ اگر بیگم ماں کو معلوم ہو گا اور وہ میری اس حرکت پر اعتراض کریں گی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

www.pklibrary.net

انہوں نے ہنستے ہوئے دودھ کا گلاس لے کر کہا۔ "میں سمجھتا تھا صرف عبدل اپنی بیم کو کام چھوڑ کر جانے کی دھمکیاں دیا کرتا ہے۔ تُو بھی یہی انداز اپنا رہی ہے۔ تم دونوں میں ایسا اتحاد رہے گا تو مجھے فائدہ پہنچے گا۔ اب یہاں میرا خیال رکھنے والے اور مجھ سے محبت کرنے والے دو رہیں گے۔"

انہوں نے دوائی کھائی۔ اس کے ساتھ دودھ پیا پھر ہم دونوں کو ایسی دعائیں دینے لگے کہ نوری مسکراتی اور شرماتی ہوئی خالی گلاس لے کر وہاں سے چلی گئی۔

☆------☆------☆

pklibrary.com

www.pklibrary.net

بیگم صاحبہ نوری کو بیٹی بنا کر لائی تھیں لیکن انہوں نے کبھی اسے بیٹی کہہ کر مخاطب نہیں کیا تھا۔ کم از کم میں نے کبھی اسے بیٹی کہتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ انہوں نے کھانے کی میز پر کبھی اسے اپنے ساتھ بٹھا کر نہیں کھلایا تھا۔ نوری بچن سے مختلف گھروں میں جھاڑو' برتن اور چولہے ہانڈی کا کام کرتی آئی تھی۔ اس لئے ایک بڑے گھر میں بیٹی بنا کر لائے جانے پر خوش تھی۔

بیگم صاحبہ اکثر مہمانوں کے سامنے کہتی تھیں۔ "اس کا نام نوری ہے۔ ہماری بہت ہی محنتی اور تابعدار ملازمہ ہے لیکن میں اسے بیٹی کی طرح رکھتی ہوں۔"

نوری خوش ہو جاتی تھی۔ یہ بھول جاتی تھی کہ اسے ملازمہ کہا گیا ہے۔ صرف یہ خوشی کافی ہوتی تھی کہ اسے بیٹی کی طرح رکھا گیا ہے۔ دادا جان نے درست کہا تھا کہ تازہ خون کی بوتل لائی گئی ہے اور اس بوتل پر بیٹی کا لیبل چسپاں کر دیا گیا ہے۔

ایسے ہی مہمانوں کے سامنے بیگم صاحبہ مجھ سے ایسا سلوک کرتی تھیں جیسے میں نہایت ہی کم تر اور کمینہ ملازم ہوں۔ وہ اکثر کہتی تھیں۔ "یہ عبدل برسوں سے یہاں کام کرتا ہے مگر کام چوری کرتا ہے۔ کبھی برتن توڑ دیتا ہے' کبھی استری کرتے وقت کپڑے جلا دیتا ہے۔ سچ پوچھو تو پکا حرام خور ہے....."

بہت عرصہ پہلے مجھ سے ایک برتن ٹوٹ گیا تھا اور ایک بار استری کرتے وقت بیگم صاحبہ کی شلوار کا پائنچہ جل گیا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ دادا جان ان دنوں بیمار تھے۔ چلتے چلتے گر پڑے تھے۔ میں نے انہیں سنبھال کر' سہارا دے کر اسٹور روم میں پہنچایا تھا۔ مجھے خیال نہیں رہا۔ اتنی دیر میں شلوار کا پائنچہ جل گیا۔ ایک بار دادا جان کے تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے پلیٹ گر کر ٹوٹ گئی تھی۔ میں اس سلسلے میں دادا جان کو طرح طرح کی غیر مہذب باتیں سنتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا اس لئے پلیٹ توڑنے کا الزام اپنے سر لے لیا تھا۔ تب سے مجھے انہی دو غلطیوں کے طعنے اور کوسنے ملتے

www.pklibrary.net

ہتے تھے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب نوری کوٹھی میں اور میری زندگی میں نہیں آئی تھی۔

میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے وقت بہت مستعد اور محتاط رہتا تھا۔ ایک بار بیگم صاحبہ نے آواز دی۔ مجھے چولھے سے سالن اتارنے میں ایک ذرا دیر لگی۔ میں ان کے سامنے حاضر ہوا تو وہ شوہر سے کسی بات پر لڑ رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر آندھی کا رخ بدل گیا۔ وہ غصے سے بولیں۔ "اب آیا ہے؟ کہاں مرگیا تھا؟ کیا اپنی ماں کی میت اٹھانے گیا تھا؟"

عجیب عورت تھی۔ انگارے چباتی رہتی تھی۔ بے انتہا دولت نے بد دماغ بنا دیا تھا۔ میں یہ بد دماغی برداشت نہ کرسکا۔ میں نے کہا۔ "برسوں پہلے ماں کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔ آج میں اپنا جنازہ اس کوٹھی سے لے جارہا ہوں۔ لعنت بھیجتا ہوں ایسی نوکری پر....."

میں جواباً غصہ دکھا کر کوٹھی کے پیچھے سرونٹ کوارٹر میں آگیا اور نوکری چھوڑ کر جانے کے لئے اپنے کپڑے اور ضروری سامان سمیٹنے لگا۔ اس کوٹھی میں اور کوئی نوکر نہیں تھا۔ مجھے وہاں صرف دادا جان سے دلی لگاؤ تھا ورنہ بہت پہلے ہی وہاں سے چلا جاتا۔

شاید تھوڑا بہت لگاؤ صاحب کے دل میں بھی کہیں چھپا ہوگا۔ انہوں نے صرف ایک بار اپنی بیگم سے پوچھا تھا۔ "تم نے ابو کو اسٹور روم میں کیوں بھیج دیا ہے؟"

وہ بولیں۔ "اور کیا کروں؟ دن رات کھانستے اور بلغم تھوکتے رہتے ہیں۔ یہاں سیاسی اور کاروباری لوگ اپنی بیگمات کے ساتھ آتے ہیں۔ کیا آپ چاہیں گے کہ آپ کے والد محترم ان سب کے سامنے بلغم تھوکتے رہیں؟"

صاحب نے ناگواری سے کہا۔ "بڑی مشکل ہے۔ ابو پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ اپنی بیماریاں بڑھاتے رہتے ہیں۔ وہ اسٹور ہوادار نہیں ہے۔ ہم انہیں سرونٹ کوارٹر میں رکھنا چاہیں گے تو رشتے دار باتیں بنائیں گے۔ آدمی بوڑھا ہو کر پرابلم بن جاتا ہے۔ تم ایسا کرو، ایک ٹیبل فین اسٹور روم میں پہنچا دو۔"

یہ کہہ کر وہ ایک ضروری بزنس میٹنگ اٹینڈ کرنے چلے گئے۔ اس دن کے بعد پھر

www.pklibrary.net

انہوں نے پلٹ کر باپ کی خیریت نہیں پوچھی۔ انہیں اتنا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ ملک سے باہر بھی جاتے رہتے تھے۔ ایک بار بیگم صاحبہ کو کھانسی ہونے لگی۔ وہ ہائے ہائے کرنے لگیں کہ بڑے میاں کی کھانسی کے جراثیم ان کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ صاحب ان کا علاج کرانے لندن لے گئے تاکہ علاج کے علاوہ بچوں سے بھی ملاقات ہو جائے۔ ادھر دادا جان خیراتی ہسپتال کی دواؤں کے سہارے اپنی زندگی کو آخری منزل تک گھسیٹ گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔

بہرحال میں نے نوکری چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اپنا سامان باندھ کر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت صاحب آ گئے۔ انہوں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "یہاں ایسی درجنوں کوٹھیاں ہیں' جہاں کے مالکان تنخواہ بڑھا کر ملازمت دینا چاہتے ہیں۔ میں یہاں سے جا کر بھوکا نہیں مروں گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ کوٹھیوں میں کام کرنے والے نوکروں کے بھاؤ بڑھتے رہتے ہیں۔ سامان رکھو اور کچن میں جاؤ۔ تمہاری تنخواہ بڑھا دی جائے گی۔"

"میں گالیاں کھانے کی تنخواہ نہیں لوں گا۔"

"تم جانتے ہو کہ بیگم غصے کی ذرا تیز ہیں مگر دل کی بری نہیں ہیں۔"

"انہیں غصے میں یاد رکھنا چاہئے کہ میں نوکر ہوں مگر وہ مجھے شوہر سمجھ کر الٹی سیدھی سنانے لگتی ہیں۔"

صاحب نے جھینپ کر کہا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔"

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں روانی میں صاحب کے منہ پر کہہ گیا تھا کہ وہ بیگم صاحبہ کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ اسی وقت کھانسی کی آواز سنائی دی۔ میرے دروازے پر دادا جان بھی آ گئے۔ صاحب نے پوچھا۔ "آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

انہوں نے کہا۔ "بیٹے! تمہارا ایک مان مرتبہ ہے۔ تم مالک ہو۔ تمہیں ایک ملازم کے کوارٹر میں نہیں آنا چاہئے۔ تم جاؤ میں عبدل کو جانے سے روک لوں گا۔"

میں نے کہا۔ "میں یہاں ایک منٹ نہیں رہوں گا۔ بڑے صاحب! آپ مجھے نہ روکیں۔"

"کیا تم مجھے بیماری میں چھوڑ کر جاؤ گے؟ اور جاؤ گے تو مجھے خیراتی ہسپتال کون لے جائے گا۔ تم اپنی جیب سے دودھ کے پیسے نہیں دو گے تو میں کس سے مانگنے جاؤں

www.pklibrary.net

گا۔"

صاحب نے ایک دم تلملا کر کہا۔ "آپ ایک ملازم کے سامنے میری انسلٹ کر رہے ہیں۔ کیا ضرورت کے وقت مجھ سے ہزار دو ہزار یا دس ہزار نہیں مانگ سکتے؟"

"ایسے تو تم مانگا کرتے تھے جب میں کماتا تھا۔ تم سیرو تفریح کے لئے ہزاروں روپے لے جاتے تھے۔ کبھی ذرا سا بیمار پڑتے تھے تو میں بڑے ڈاکٹروں سے تمہارا علاج کراتا تھا۔ کبھی تم نے ماضی کو یاد کر کے پوچھا کہ میرا علاج اسپیشلسٹ کر رہے ہیں یا میں خیراتی اسپتال جاتا ہوں اور وہاں جاتے وقت میری جیب میں ایک روپیہ بھی ہوتا ہے یا نہیں؟"

"آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بزنس کے معاملات میں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ کیا آپ میرے پاس آ کر کچھ رقم نہیں مانگ سکتے؟"

"میں تو سڑک کے کنارے بھی کھڑا ہو کر مانگ سکتا ہوں مگر تمہاری عزت رکھنے کے لئے اسی عبدل سے دوا اور دودھ کے لئے کچھ لیتا رہتا ہوں۔ بیٹے! یہ ملازم تمہارے لئے بھی ضروری ہے' میرے لئے بھی ضروری ہے تم اسے ملازم سمجھ کر روکنے آئے ہو۔ میں اسے بیٹا سمجھ کر اپنی ضرورت کے لئے کچھ روپے مانگنے آیا ہوں جاؤ میرے بیٹے جاؤ۔ یہ عبدل مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

صاحب شرمندگی سے جھنجلاتے ہوئے چلے گئے۔ دادا جان نے ایسی باتیں کہہ دی تھیں کہ مجھے وہاں رکنا پڑا۔ ان کے سمجھانے پر کوٹھی میں پھر کام کرنے آیا۔ وہاں صاحب اور بیگم صاحبہ میں جھگڑا ہو رہا تھا پھر صاحب غصے سے تنتناتے ہوئے چلے گئے۔ میں اپنے کام سے لگ گیا۔

اس روز بیگم صاحبہ کو دادا جان کی اس اہمیت کا پتا چلا کہ میں اگر نوکری چھوڑ کر جانا چاہوں تو مجھے صرف وہی روک سکتے ہیں ورنہ میں صاحب اور بیگم صاحبہ کو آئندہ خاطر میں نہیں لاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھ دادا جان کو بھی لے جاؤں۔

پھر یہ بھی پتا چلا کہ وہ مجھے پانچ سو روپے رشوت کے طور پر دے کر دادا جان کے پیچھے جاسوس بنا کر غلطی کیا کرتی تھیں۔ اب انہیں مجھ پر بھروسا نہیں کرنا چاہئے تھا مگر وہ بڑی چالاک تھیں۔ یہی ظاہر کرتی رہیں کہ مجھ پر ہمیشہ کی طرح اعتماد کرتی ہیں اور کہیں

www.pklibrary.net

باہر جاتے وقت کوٹھی کی ہر چیز کو میرے حوالے کر کے جاتی ہیں۔

بہرحال ایک رات اچانک ہی کوٹھی کے حسن میں اضافہ ہو گیا۔ نوری بھری بہار کی طرح آئی اور میرے حواس پر چھا گئی۔ میں اسے پہلے نہیں جانتا تھا لیکن وہ مجھے جانتی تھی اور میری لاعلمی میں مجھ سے محبت کرتی رہتی تھی پھر محبت کی یہ شدت اسے میرے قریب کوٹھی میں لے آئی تھی' اس کے پیار کی اس ادا نے مجھے اس کا دیوانہ بنا دیا تھا۔

پہلی ملاقات کی رات اس نے میری باتوں سے متاثر ہو کر دادا جان کو ایک گلاس دودھ دیا تھا۔ اس طرح مجھے اپنا اور گرویدہ کر لیا تھا۔ جو ملبوسات بیگم صاحبہ کے استعمال میں نہیں رہے تھے وہ اب نوری کے ہو گئے تھے۔ میک اپ کا بچا ہوا سامان' سینڈلوں کی درجنوں جوڑیاں اور بہت کچھ اسے بیگم صاحبہ نے دیا تھا۔ نوری کو جیسے خزانہ ملتا رہتا تھا۔ وہ صبح سے شام تک بن سنور کر رہتی تھی۔ کبھی کچن کے کسی کام میں میرا ساتھ دے دیتی تھی ورنہ بیگم صاحبہ کی خدمت کے لئے ان کے بیڈ روم میں گھسی رہتی تھی۔

مجھ سے تنہائی میں ملاقات ہوتی تو عشقیہ مکالمے ضرور ادا ہوتے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بیگم صاحبہ کے بھی گن گاتی رہتی۔ غریب عورتیں اپنی گلیوں میں پھیری لگانے والوں کو اپنے پرانے ملبوسات دیتی ہیں اور ان کے بدلے پکانے کی دیگچیاں اور برتن وغیرہ ان سے لیتی ہیں اس طرح رقم بچتی ہے اور چولھے ہانڈی کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ بیگم صاحبہ نے اپنے پرانے کپڑے اور پرانا سامان دے کر اور صرف بیٹی کہہ کر اسے خرید لیا تھا۔

میں نے کہا۔ "مجھے تو وہ زہر لگتی ہے' تُو اس کی تعریفیں کیوں کرتی ہے؟"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھا کر بولی۔ "دیکھ میری بیگم ماں کے خلاف کچھ نہ کہنا۔ تُو یہاں برسوں سے ہے مگر ان کے اندر چھپی ہوئی ایک مظلوم ماں کو نہیں جانتا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "وہ مظلوم کیسے ہو گئیں؟"

"کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ ان کی ایک جوان بیٹی اور جوان بیٹا ہے مگر دونوں ان سے دور رہتے ہیں۔ کبھی یہاں ماں سے ملنے نہیں آتے۔ بیچاری ماں مجبور ہو کر خود ہی ان سے ملنے جاتی ہے۔"

www.pklibrary.net

"اس میں مظلومیت کی کیا بات ہے۔ وہ وہاں تعلیم حاصل کرنے گئے ہیں۔ جب تعلیم مکمل ہو جائے گی تو واپس آجائیں گے۔"

"واپس نہیں آئیں گے۔ تُو اندر کی بات نہیں جانتا۔ بیٹی نے وہاں والدین کی مرضی کے خلاف شادی کرلی ہے اور بیٹا آوارہ اور نشے کا عادی ہوگیا ہے۔ اب تیری سمجھ میں آئے گا کہ وہ مجھے بیٹی بنا کر اپنے اندر کا دکھ دور کر رہی ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ممتا صرف بیٹی کے لئے ہے؟ کیا بیٹے کے لئے نہیں ہے؟ اگر ہے تو وہ مجھے بیٹا کیوں نہیں بنالیتیں؟"

"فضول باتیں نہ کر۔ سب ہی کو بیٹی یا بیٹا نہیں بنایا جاتا۔ جو اچھا لگے جس پر محبت آئے' اسے ہی اپنایا جاتا ہے۔ میں اتنی خوبصورت اور اتنی کشش والی ہوں کہ بیگم صاحبہ نے پہلی ہی ملاقات میں مجھے پسند کرلیا تھا۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تُو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ میں بھی پہلی ملاقات میں تیرا ہوگیا تھا۔"

"تُو مجھ سے بہت محبت کرتا ہے نا؟"

"کیا تجھے شبہ ہے؟"

"تھوڑا سا شبہ ہے۔ اسے دور کردے۔ میری ایک بات مان لے۔ آج سے ہم دادا جان کو چوری سے دودھ نہیں پلایا کریں گے۔"

"ہماری محبت کا دادا جان کے دودھ سے کیا تعلق ہے؟"

"کوئی بھی تعلق ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں' تُو میری بات مانتا ہے یا نہیں؟"

"میری محبت کو آزمانے اور اپنی بات منوانے کے لئے یہ بھی کہہ دے کہ میں دادا جان کو زہر کھلا دوں۔"

"کیوں بات کو دوسری طرف لے جارہا ہے؟"

"بات دوسری نہیں ہے۔ دادا جان جو دوائیاں کھاتے ہیں۔ ان کے لئے دودھ پینا ضروری ہے۔ دودھ نہ دینے سے دوائیں بے اثر ہوں گی۔ اس سے بہتر ہے' انہیں زہر دے دیا جائے۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تُو الٹی بحث کرے گا لیکن میں اپنی بیگم ماں سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہوں۔ میں نے انہیں بتادیا ہے کہ تُو انہیں چوری سے دودھ پلاتا ہے اور

www.pklibrary.net

میں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ کچن یا فریج میں سے دودھ نہیں جانے دوں گی۔"

"نوری! تُو نے بیگم صاحبہ کو یہ بتا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ دادا جان کو تھوڑی سی ملنے والی توانائی پر پہرا بٹھادیا ہے۔"

میں اس سے منہ پھیر کر کوارٹر میں چلا آیا۔ مجھے اس پر غصہ آرہا تھا۔ وہ مجھے ساری دنیا کی حسیناؤں سے زیادہ حسین لگتی تھی۔ اس پر بڑا پیار آتا تھا۔ ایسے میں غصہ کرتے وقت سمجھ میں نہیں آتا کہ غصے کے پیچھے پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

کوٹھی کے اندر کام کرنے کے دوران ہمارا سامنا ہوتا رہا۔ وہ مسکراتی رہی۔ مجھے مختلف اداؤں سے مناتی رہی۔ میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دادا جان کے سلسلے میں اپنی بات منوانا چاہتا تھا لیکن میرے بات نہ کرنے اور اس سے ناراض رہنے میں بھی رومانیت تھی۔ عاشقانہ انداز تھا۔ وہ مجھے مناتی تو بڑا مزہ آتا تھا۔ اپنی اہمیت کا احساس ہوتا۔ وہ میری محبت میں زیادہ سے زیادہ گرفتار دکھائی دیتی تھی جب کہ نادانستگی میں' میں اس کا اور زیادہ اسیر ہوتا جارہا تھا۔

ادھر میں نے دادا جان سے معذرت چاہی۔ انہیں بتادیا کہ نوری اپنی بیگم ماں کے سحر میں جکڑی ہوئی ہے۔ میں ہر رات بازار سے ایک پاؤ دودھ لاکر انہیں پلانے لگا۔ دل نے کہا کہ دادا جان کی ضرورت پوری کررہی رہا ہوں۔ اب اپنی جان سے روٹھ کر اپنی نیندیں حرام نہیں کرنا چاہئے۔

ہماری پھر دوستی ہوگئی۔ میں نے کہا۔ "دیکھ نوری! میں نے تیری بات مان لی۔ دادا جان کے لئے اس کوٹھی سے دودھ نہیں جاتا ہے۔"

وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "بیگم ماں سے میرا کیا ہوا وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ تُو میرا سچا سجن ہے۔"

"تُو نے مجھے اچھی طرح پرکھ لیا ہے تو اب ہم جلدی شادی کرلیں۔"

"ہاں۔ میں بیگم ماں سے کہوں گی۔ جب ہم دونوں کو ہمیشہ اس کوٹھی میں ساتھ رہنا ہے تو پھر کیوں نہ ہم شادی کرلیں۔"

میں نے کہا۔ "ہم ساری عمر یہاں نہیں رہیں گے۔ میں صرف دادا جان کی زندگی تک رہوں گا پھر کسی بھی دوسری کوٹھی میں جاؤں گا تو ماہانہ تین ہزار روپے سے کم نہیں ملیں گے۔ تین ہزار مجھے اور تین ہزار تجھے ملا کریں گے۔ ہم خوب مال کھائیں

www.pklibrary.net

گے۔"

"میں تو بیگم ماں کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گی اور نہ ہی تجھے جانے دوں گی۔ یہاں جو محبت اور عزت مجھے مل رہی ہے۔ وہ دوسروں کے تین ہزار اور چھ ہزار روپے سے نہیں ملے گی۔"

"عورت کو عزت اس کے شوہر سے ملتی ہے۔ شادی کے بعد میں جہاں تجھے لے جاؤں گا' وہاں تُو جائے گی۔"

"تُو پھر جھگڑا کرنا چاہتا ہے۔ اچھا ہے شادی سے پہلے اپنے تمام ارادے بتا دے۔ مجھے معلوم تو ہو کہ تُو کتنا خود غرض ہے مگر ایک بات پتھر کی لکیر ہے۔ میں مرتے دم تک بیگم ماں کو نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر اپنے جہیز میں بیگم ماں کو لے آنا۔ میں انہیں بھی ساتھ لے چلوں گا۔"

ہمارے درمیان پھر بات بڑھی پھر جھگڑے ہوئے اور ہم روٹھ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اگر دادا جان کا خیال نہ ہوتا تو میں اسی دن کوٹھی سے چلا جاتا۔ اس کوٹھی میں رہ کر اس سے جدائی ممکن نہیں تھی کیونکہ بار بار ہمارا سامنا ہوتا رہتا تھا اور وہ طرح طرح کی اداؤں سے مجھے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کرتی تھی پھر میں بے اختیار دیکھتا تھا تو اس کا دوپٹہ سر اور سینے پر سے ڈھلکا رہتا تھا۔

پھر ایک بار میں نے چور نظروں سے دیکھا تو وہ سونے کی پتلی سی زنجیر کو ایک چٹکی میں پکڑے ہوئے تھی اور اسے گریبان کی گہرائی سے نکال کر اس لاکٹ کو چوم رہی تھی' جس میں مجھے قید کر رکھا تھا۔

ہم اَن دیکھی زنجیروں کو دیکھ نہیں پاتے کہ کس طرح ان زنجیروں نے ہمیں جکڑ رکھا ہے۔ رات کو بستر پر لیٹنے کے بعد اس کی تمام کافرانہ ادائیں نگاہوں کے سامنے گھومتی رہتی تھیں اور میری آنکھوں سے نیندیں اڑاتی رہتی تھیں۔ کبھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں اسے تصور میں نہیں' سچ مچ آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں اور اس کی رس بھری باتیں سن رہا ہوں۔

پھر میں نے اس کی گنگناہٹ سنی اس ترنم کے ساتھ ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں ہر سمت نظریں دوڑانے لگا وہ نہیں تھی مگر گنگناتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی اور یہ آواز باہر سے آ رہی تھی۔

www.pklibrary.net

میں بستر سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ گنگناہٹ واضح طور سے سنائی دی۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ کوٹھی کی چھت پر تھی۔ بڑی اداؤں سے زینے کے ایک ایک پائیدان پر قدم تھم تھم کر رکھ رہی تھی۔ نیچے اتر کر کوٹھی میں جانا چاہتی تھی۔ میں زینے کے قریب آیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی گنگناہٹ تھم گئی۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ مجھ سے کترا کر جانا چاہتی تھی' میں نے اس کے گداز بازو کو پکڑ لیا۔ وہ بولی۔ "چھوڑ مجھے۔ میں تیری کوئی نہیں لگتی ہوں۔"

میں نے اسے نہیں چھوڑا۔ اسے کئی بار چھوڑ کر آزما لیا تھا کہ سانس رکنے لگتی تھی۔ اس کے بغیر سکون غارت ہو جاتا تھا۔ اس لئے میں نے اس غارت گر کو نہیں چھوڑا۔ وہ خود کو ایسے چھڑا رہی تھی کہ خود کو حوالے بھی کرتی جا رہی تھی۔ ایسی ادائیں اور دیوانہ بنا دیتی ہیں۔ جب اس نے دیکھا کہ دیوانگی بڑھ رہی ہے تو ایک دم سے بلند آواز میں بولی۔ "جی ہاں۔ بیگم ماں آ رہی ہوں۔ بس ابھی آ رہی ہوں۔"

میں گھبرا کر ایسے الگ ہو گیا جیسے بیگم صاحبہ کی کوئی چیز چرا رہا تھا اور وہ عین وقت پر پکڑنے آ گئی ہوں۔ وہ ہنستی ہوئی' بھاگتی ہوئی کچن کے پچھلے دروازے کو کھول کر کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ہوش آیا کہ بیگم صاحبہ نے اسے آواز نہیں دی تھی لیکن وہ اپنی بھری بہار سے مجھے دور رکھنے کے لئے ایسی چال چل گئی تھی۔

ایسی چنچل محبوبہ نے میری عقل کو گھٹا دیا تھا اور دیوانگی کو بڑھا دیا تھا۔ میں نے دوسرے دن کچن میں کام کرنے کے دوران کہا۔ "میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھ سے شادی کر لے۔"

"کیسے کروں؟ تو شادی سے پہلے خود غرضی دکھاتا ہے۔ مجھے میری بیگم ماں سے الگ کر دینا چاہتا ہے۔"

"تو نہیں سمجھتی۔ یہاں ہمارا گزارہ نہیں ہو گا۔ بیگم صاحبہ کو صرف میں چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں۔ اس کی سگی بیٹی اور بیٹا بھی ان سے پیچھا چھڑا کر لندن چلے گئے ہیں۔ صرف ایک صاحب ہی ان کے ساتھ گزارہ کر رہے ہیں۔ پتا نہیں کیا بات ہے کہ وہ بیوی کو نہیں چھوڑتے؟"

"جب شادی کرے گا' تب پتا چلے گا کہ عورت کا مارا تمام دن مارا مارا پھرتا ہے

www.pklibrary.net

رات ہوتے ہی پھر عورت کے پاس چلا آتا ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں تسلیم کیا۔ میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ جب رات کو کوارٹر میں جاکر بستر پر آرام سے لیٹ جاتا تھا تو میرے بستر پر نور ہی نور پھیل جاتا تھا اور میں جاگتے خیالوں میں اور سوتے خوابوں میں نوری کے پاس پہنچ جاتا تھا۔

ہماری گفتگو ادھوری رہ گئی۔ صاحب اور بیگم صاحبہ کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ کسی بات پر جھگڑا کر رہے تھے۔ ہم نے کچن سے باہر آکر زینے کے اوپر والے کمرے کی طرف دیکھا۔ ادھر صاحب اور بیگم صاحبہ کا بیڈ روم تھا۔ نوری نے کہا۔ "آج بیگم ماں کا موڈ صبح ہی سے خراب ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ جب سے پیدا ہوئی ہیں' تب سے خراب ہے۔"

وہ مجھے میٹھی ناراضگی سے دیکھ کر بولی۔ "تجھے تو میری ماں سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ جا' جاکر دادا جان کو ناشتہ دے۔ وہ بھوک سے بلبلا رہے ہوں گے۔"

میں نے کچن میں آکر ایک ٹرے میں رات کا بچا ہوا سالن اور روٹیاں رکھیں پھر کچن کے پچھلے دروازے سے نکل کر اسٹور روم میں آگیا۔ وہ مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ بیچارے بھوکے تھے۔ میں نے ان کے آگے بستر پر ٹرے رکھی تو وہ بسم اللہ کہہ کر جلدی سے کھانے لگے۔

میں نے کہا۔ "بڑے صاحب! آج صبح سے بجلی کوند رہی ہے۔"

انہوں نے پوچھا۔ "بادل بھی گرج رہا ہے یا نہیں؟"

"جی ہاں۔ آپ تو جانتے ہیں۔ بادل صاحب گرجتے ہیں' برستے نہیں ہیں۔"

انہوں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "اس گھر میں دولت کی کمی نہیں مگر محبت اور سکون کی کمی رہتی ہے۔ دراصل عورت مطمئن نہیں ہوتی۔ میرا بیٹا پوری طرح اس کی مٹھی میں ہے پھر بھی وہ ڈرتی ہے کہ میں بیٹے کو اس سے چھین لوں گا۔"

ہم باتیں کرتے رہے پھر میں خالی پلیٹیں ٹرے میں رکھ کر اسٹور روم سے باہر آیا ادھر بیگم صاحبہ کچن کے پچھلے دروازے سے نکل کر غصے سے تنتناتی ہوئی چلی آرہی تھیں۔ میں ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ آندھی کی طرح میرے قریب سے گزرتی ہوئی' اسٹور روم کے اندر گئیں پھر ایک دم سے بھڑک کر بولیں۔ "پتا نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں تمہارے ذلیل خاندان میں بیاہ کر آئی تھی۔ تمہاری پوتی جسے

www.pklibrary.net

میں نے جنم دیا اور جو لندن میں کسی انگریز سے شادی کر چکی ہے' وہ تمہارے بیٹے کا خون ہے اور تمہارا پوتا' جو نشہ کرتا ہے اور لندن کی چھوکریوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا رہتا ہے' وہ بھی تمہارے بیٹے کا خون ہے اور تمہارا بیٹا' جو میرا شوہر ہے اور جس کے ذلیل اور بے حیا بچوں کو میں نے پیدا کیا ہے' وہ بھی اپنے جوان بچوں کی طرح اس بڑھاپے میں جوان چھوکریوں کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے۔"

دادا جان نے تھرتھراتے ہوئے پوچھا۔ "یہ ..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو بہو؟"

"خبردار! مجھے بہو نہ کہنا۔ پتا نہیں' تم نے بھی جوانی میں کتنی بدمعاشیاں کی ہوں گی۔ تمہارے باپ دادا نے بھی کتنی بے حیائی اور بے غیرتی دکھائی ہو گی۔ وہ گندہ خون نسل در نسل چلتا ہوا میرے بچوں تک پہنچا ہے۔ میں تو بالکل لٹ گئی۔ میں نے اس خاندان میں دولت کمائی ہے اور عزت گنوائی ہے۔ میرے بچوں کے لئے بھی دولت کی کمی نہیں ہے لیکن وہ دربدر ہو گئے ہیں۔"

وہ بول رہی تھیں اور ہانپ رہی تھیں پھر وہ بولیں۔ "بڑے میاں! اگر تم پیدا ہوتے ہی مرجاتے اور اپنے خون سے میرا شوہر بننے والا بیٹا پیدا نہ کرتے تو میں اس ذلیل خاندان میں بہو بن کر نہ آتی۔ یہ جتنی تباہیاں میرے نصیب میں آئی ہیں' اس کے ذمے دار تم ہو۔ بڈھے تم ہو۔"

دادا جان نے کہا۔ "مجھ پر جس قدر کیچڑ اچھالنا چاہو' اچھالو مگر میرے بیٹے اور پوتے پوتی کا کرداریوں نہ بگاڑو۔ وہ دونوں معصوم بچے لندن میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔"

وہ پھر بھڑک کر بولیں۔ "کتوں کو گھی ہضم نہیں ہوتا۔ اسی طرح کم ظرف کو دولت ہضم نہیں ہوتی۔ تمہیں کیا پتا ہے کہ وہ لندن میں کس طرح دولت لٹا رہے ہیں۔ میں نے اور تمہارے بیٹے نے خاندان والوں سے اب تک اپنے بیٹے اور بیٹی کے کرتوت چھپائے ہیں۔ میں اس لئے چھپا رہی ہوں کہ آخر ماں ہوں۔ اپنی اولاد کی بدنامی کبھی نہیں چاہوں گی لیکن تمہارے بیٹے کو نہیں چھوڑوں گی۔ ان تصویروں کے ذریعے اسے بدنام بھی کروں گی اور عدالت سے سزا بھی دلاؤں گی۔"

بیگم صاحبہ نے یہ کہہ کر دو پوسٹ کارڈ سائز کی تصویریں سسر کی طرف پھینکیں۔ انہوں نے ایک تصویر کو اٹھا کر دیکھا پھر لاحول پڑھتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں' تصویر کو

www.pklibrary.net

بستر پر پھینک دیا۔

وہ تڑخ کر بولیں۔ "آنکھیں کیوں بند کر رہے ہو۔ دیدے پھاڑ کر دیکھو۔ تمہارے بیٹے کا یہ شرمناک کارنامہ بھری عدالت میں دکھایا جائے گا پھر اسے کوڑے مارنے کی سزا دی جائے گی۔"

دادا جان لرز گئے۔ دونوں ہاتھ انکار کے انداز میں ہلاتے ہوئے بولے۔ "نہیں۔ نہیں بہو نہیں۔ میرا بیٹا انسان ہے۔ اس سے یہ غلطی ہوگئی ہے۔ ان تصویروں کو جلادو۔ وہ تمہارا شوہر ہی نہیں ہے' تمہارا مزدور بھی ہے۔ دن رات محنت کر کے تمہارے اور بچوں کے لئے دولت کماتا ہے۔"

وہ بولیں۔ "بڑے میاں! دولت بہت حاصل ہو چکی ہے۔ ہماری اگلی کئی نسلیں اس دولت سے عیش کریں گی۔ جب تمہارے بیٹے کو سنگسار کئے جانے کی سزا ملے گی تو اس کی موت کے بعد تمام دولت اور تمام جائیداد میرے اور بچوں کے حصے میں آئے گی۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر بہو کے قدموں میں جھکنے آئے' بہو پیچھے ہٹ کر بولی۔ "خبردار' مجھ سے دور رہو۔"

وہ دونوں لرزتے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر بولے۔ "میں نے تمہیں اور پوتے پوتی کو خوش دیکھنے کے لئے کبھی اس گھر سے اور بیٹے کی کمائی سے اپنا حق نہیں مانگا۔ آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر اپنے بیٹے کے لئے نیک نامی کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ اس نے تم سب کے لئے بڑی عزت اور شہرت کمائی ہے۔ اسے عدالت میں پہنچا کر بدنام نہ کرو۔ خدا کے لئے غصہ تھوک دو۔ مجھ پر تھوک دو۔ مگر بسے بسائے گھر کو نہ اجاڑو۔ تم نے میرے بیٹے سے جتنی دولت حاصل کی ہے وہ تمہیں مبارک ہو۔ اس کے بدلے میرے بیٹے کو معاف کردو۔ اسے اپنا سہاگ سمجھو یا نہ سمجھو۔ ایک پھٹا ہوا آنچل ہی سمجھ کر اسے اپنے سر پر رہنے دو۔"

وہ ذرا پرے ہوگئیں پھر بولیں۔ "میں جانتی تھی تم بیٹے کے لئے گڑگڑاؤ گے۔ اسے سزا سے بچانے کے لئے میرے قدموں میں گر پڑو گے لیکن معافی اتنی آسانی سے نہیں مل جاتی۔ اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔"

"بے شک' میرے بیٹے سے جو چاہو گی' وہ تمہیں دے گا۔ مجھے جیسی قربانی کا حکم

www.pklibrary.net

دو گی' میں انکار نہیں کروں گا۔"

"تمہارے بیٹے سے میں نے معاملہ طے کرلیا ہے۔ وہ اپنی عزت رکھنے اور اس گھر کو تباہی سے بچانے کے لئے تمہاری قربانی دینے کو تیار ہے' بہت معمولی سی قربانی ہے۔ تم یہ گھر چھوڑ کر' یہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ تمہارے جانے کے بعد میں ایسی تمام شرمناک تصویروں کو جلا دوں گی۔ اس کے بعد تمہارا بیٹا ہمیشہ کی طرح معزز کہلائے گا۔"

وہ فرش پر سے اٹھ کر کھڑے ہوئے پھر ڈگمگا کر بستر پر گر پڑے۔ اندر سے بالکل خالی ہو گئے تھے۔ جسم میں جیسے جان نہیں رہی تھی۔ بھونے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ یہاں سے جاتے ہوئے جان نکل رہی ہے۔"

وہ بیمار سی آواز میں بولے۔ "نن..... نہیں۔ میں تو جاؤں گا' ضرور جاؤں گا۔ تم نے میرے بیٹے کو بہت سستا چھوڑ دیا ہے۔ میں..... میں ابھی اپنا بوریا بستر باندھ کر جا رہا ہوں۔"

بیگم صاحبہ اسٹور روم سے باہر آگئیں۔ مجھے دیکھ کر بولیں۔ "یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ جاؤ میرے لئے گرم چائے لے آؤ۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔"

میں دادا جان..... کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن گرم چائے لانے کا حکم سن کر کچن میں جانا پڑا۔ بیگم صاحبہ میرے پیچھے آئیں پھر کچن سے گزر کر ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئیں۔ مجھے اس عورت پر بہت غصہ آرہا تھا۔ بچے اس کے گمراہ ہوئے تھے اور کوئی شرمناک غلطی صاحب نے کی تھی لیکن سزا دادا جان کو دی جا رہی تھی۔

میں نے ایک ٹرے میں قہوے کی کیتلی' شوگر پاٹ' ملک پاٹ' اور خالی کپ طشتری رکھی پھر ٹرے اٹھا کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ بیگم صاحبہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ نوری صوفے کے پیچھے کھڑی ان کا سر دبا رہی تھی۔ میں نے ان کے آگے سینٹر ٹیبل پر ٹرے رکھ دی۔ انہوں نے کپ میں کیتلی سے قہوہ لیا۔ اس میں دودھ ملایا پھر چائے میں چمچ ہلا کر پیالی اٹھائی۔ انسان بہت زیادہ پریشانی میں یا بہت زیادہ خوشی میں غلط کام کرتا ہے۔ غصہ اور پریشانی تو انہوں نے خود مول لے رکھی تھی اور دادا جان کے چلے جانے کی بے انتہا خوشی بھی تھی۔ ایسے میں وہ شوگر پاٹ سے چینی لینا بھول گئیں۔ ایک گھونٹ پیتے ہی پھر دماغ میں گرمی چڑھ گئی۔ وہ چیخ کر بولیں۔ "کتے! کام

www.pklibrary.net

چور! چائے میں کیا تمہارا باپ چینی ملائے گا۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے پیالی میری طرف پھینکی۔ وہ میرے سینے سے آکر ٹکرائی۔ گرم گرم چائے میری قمیض اور میرے جسم کی کھال میں اترتی چلی گئی۔ میں ایک دم سے بھنا گیا۔ ٹھیک ہے کہ میں ایک معمولی نوکر ہوں لیکن معمولی کا مطلب بالکل ہی گیا گزرا نہیں کہ جب چاہو اسے جوتے مار دو۔

میں نے گرج کر کہا۔ "چینی تمہارے سامنے رکھی ہے۔ تم نے دودھ ملایا' چینی نہیں ملائی اور غصہ مجھے دکھا رہی ہو۔ میں صرف ملازم ہی نہیں' ایک مرد بھی ہوں۔ اس طرح گرم چائے پھینکنے کے جواب میں بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر نوکر' نوکر ہی رہتا ہے۔ جواباً گالیاں دے سکتا ہے نہ ہاتھ اٹھا سکتا ہے....."

نوری دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی پھر مجھے دھکیلتی ہوئی دروازے کی طرف لے جاتی ہوئی بولی۔ "تجھے میری قسم ہے۔ بیگم ماں سے گستاخی نہ کرنا۔ میری بیگم ماں کا دل بہت دکھا ہوا ہے۔ چپ ہو جا۔ خدا کے لئے آگے کچھ نہ کہنا۔ ابھی یہاں سے چلا جا۔"

میں خود جانا چاہتا تھا اس لئے دروازے کے پاس آکر بولا۔ "جا رہا ہوں۔ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہوں۔ اب اس دروازے پر تھوکنے بھی نہیں آؤں گا۔"

میں نے جھٹکا دے کر نوری کو الگ کیا پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ کوئی میری ذات برادری والی عورت یا مرد میرے ساتھ ایسا سلوک کرتا تو میں منہ توڑ جواب بھی دیتا اور منہ بھی توڑ دیتا' اچھا ہوا کہ نوری آڑے آگئی تھی۔ اگر میرا ہاتھ اٹھ جاتا تو بڑے لوگ الٹا مجھے ہی پولیس کیس میں پھنسا دیتے۔

میں نے اسٹور روم کے دروازے پر آکر دیکھا۔ دادا جان نے ایک میلا سا بستر باندھ لیا تھا اور ٹین کے ایک چھوٹے سے صندوق میں تالا لگا کر جانے والے تھے۔ میں نے مخاطب کیا تو انہوں نے گھور کر دیکھا۔ وہ کمزوری سے تھر تھرا رہے تھے اور رہ رہ کر کھانس رہے تھے۔ میں نے چائے سے بھیگی ہوئی قمیض دکھاتے ہوئے کہا۔ "دیکھئے۔ یہ بڑے لوگ ہم سے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ آپ مجھے یہاں سے جانے سے کئی بار روک چکے ہیں۔ آج تو رکنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ آپ بھی جا رہے ہیں۔"

انہوں نے کراہتے ہوئے کہا۔ "آہ! سوچا تھا آخری سانس تک رہوں گا۔ جیسے بھی رہوں گا' بیٹے کے قریب ہی رہوں گا مرا افسوس....."

www.pklibrary.net

"دادا جان! افسوس نہ کریں۔ بس تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں اپنا سامان لے کر آتا ہوں۔ میں آپ کو سہارا دے کر یہاں سے لے جاؤں گا۔"

میں تیزی سے پلٹ کر اپنے کوارٹر میں آیا اور ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنے کپڑے اور دوسرا تمام ضروری سامان رکھنے لگا۔ میں جانتا تھا' میرے جانے کے بعد وہ گھریلو ملازم کے لئے اشتہار شائع کرائیں گے۔ مختلف ذرائع سے ملازم تلاش کریں گے لیکن تین ملازموں کا کام تنہا کرنے والا بندہ مشکل ہی سے ملے گا اور جب تک نہیں ملے گا' گھر کا سارا بوجھ نوری پر پڑے گا۔

میں نے جانے کے لئے سامان اٹھایا تو دیکھا' دروازے پر نوری کھڑی تھی۔ ہم چند لمحوں تک خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ اندر آکر سنجیدگی سے بولی۔ "کیا مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا؟"

"ہاں جاؤں گا لیکن جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تجھے چھوڑ رہا ہوں۔ ہم اس کوٹھی کے باہر مل سکتے ہیں۔"

"کیسے مل سکتے ہیں؟ ایک بیٹی اپنی ماں کو دھوکا دے کر کب تک ملنے آئے گی۔ جس نے مجھے بیٹی بنایا' اس کوٹھی میں ایک بیٹی کی طرح رہنے' کھانے' پینے اور پہننے کی آزادی دی' جس نے اپنی سگی بیٹی کا دیا ہوا زخم بھرنے کے لئے مجھے مرہم بنایا ہے تو کیا میں اس ماں کے لئے دوا نہ بنوں؟"

"تو پھر دوا بنتی رہ۔ میرے راستے سے ہٹ جا۔ مجھے جانے دے۔"

وہ دروازے کے پاس کھڑی رہی۔ اس نے سونے کی پتلی سی زنجیر کو ایک چٹکی سے پکڑا' پھر اسے آہستہ آہستہ کھینچنے لگی۔ گریبان کی گہرائی میں اچھے اچھے ڈوب گئے' اس گہرائی سے لاکٹ باہر آیا۔ وہ لاکٹ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر میرے قریب آکر بولی۔ "مجھے چھوڑ کر جانے سے پہلے اس لاکٹ سے اپنی تصویر نوچ کر پھینک دے لیکن یہ سمجھ لینا اس لاکٹ میں رہنے والی یادوں کو نوچ کر نہیں پھینک سکے گا۔"

میری تصویر چوبیس گھنٹے اس دل کی دھڑکنوں سے لگی رہتی تھی۔ یہ ایسی محبت تھی جسے کوئی دشمن نوچ کر نہیں پھینک سکتا تھا پھر میں محبوب تھا۔ وہ میرے اور قریب آئی پھر میری قمیض کے بٹن کھولتی ہوئی بولی۔ "غصے میں جا رہا ہے اور قمیض پر چائے کے دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ چل اسے اتار۔ میں ابھی اسے دھو کر دھبے دور کروں

www.pklibrary.net

گی۔"

مجھے احساس ہوا کہ میں لباس تبدیل کئے بغیر جارہا تھا۔ میں سر جھکا کر قمیض اتارنے لگا۔ ایسے وقت اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

دروازہ اس لئے بند ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی نہ آئے۔ یا پھر گھر کا آدمی باہر نہ جاسکے۔

دنیا کے تمام پولیس والے مجرموں کو قید کرنے کے لئے باہر سے تالا لگاتے ہیں لیکن عورت باہر سے تالا نہیں لگاتی۔ اندر سے گرفتاری جاری رکھتی ہے۔

اس کوٹھی میں جتنے دروازے تھے' سب کے تالے اور چابیاں بیگم صاحبہ کے پاس تھیں۔ صرف ایک سرونٹ کوارٹر کے دروازے کا تالا نہیں تھا۔ میں کسی وقت بھی نوکری چھوڑ کر دروازہ کھول کر جاسکتا تھا۔ وہ مغرور بیگم صاحبہ مجھے نہیں روک سکتی تھیں۔

مگر روک لیا تھا۔ بہت عرصہ بہت اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ وہ نوری کو بیٹی بنا کر نہیں' میرے لئے تالا بنا کر لائی تھیں۔

چالیس چوروں کا دروازہ "کھل جا سم سم" کہنے سے کھلتا تھا میرے کوارٹر کا دروازہ بیگم صاحبہ کی بیٹی کے لئے کھلتا اور بند ہوتا تھا۔ اب سارا چکر سمجھ میں آگیا تھا۔

ایک دروازہ حمام کا ہوتا ہے' جس کے پیچھے سب ننگے ہوتے ہیں۔ ننگی خودغرضی اس انتہا کو پہنچتی ہے کہ اپنی سگی بیٹی کسی انگریز کے حمام میں جاتی ہے اور منہ بولی بیٹی کو وقتِ ضرورت ملازم کے حمام میں پہنچایا جاتا ہے۔

دیر ہوگئی۔ بہت دیر ہوگئی۔ میں نے دادا جان سے کہا تھا' میرا انتظار کریں۔ وہ تنہا نہیں جائیں گے۔ میں انہیں سہارا دے کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

میں نے سر گھما کر کھڑکی کی طرف دیکھا پھر نوری سے الگ ہو کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اس نے بھی بیٹھتے ہوئے اپنی زلفوں کو سمیٹ کر جوڑا بناتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "وہ..... وہ دادا جان؟ میں نے ان سے کہا تھا کہ..... کہ....."

میں بات ادھوری چھوڑ کر بستر سے اتر کر کھڑکی کے پاس آیا پھر اس کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ سامنے کچھ فاصلے پر اسٹور روم کا کھلا ہوا دروازہ نظر آرہا تھا۔ وہ

www.pklibrary.net

انتظار کرتے کرتے مایوس ہو گئے تھے۔ اسٹور روم کی چوکھٹ پکڑ کر تھرتھراتے ہوئے باہر آ گئے تھے۔ بستر کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھ رہے تھے اور ٹین کے چھوٹے سے صندوق کے ہینڈل کو پکڑ کر اٹھا رہے تھے۔

میں جو کچھ دیکھ رہا تھا' صاحب بھی وہی منظر اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے دیکھ رہے ہوں گے اور روٹھی ہوئی بیگم صاحبہ کو آغوش میں لئے منا رہے ہوں گے۔

کھڑکی صاحب کی ہو یا' نوکر کی' باہر کا منظر ایک ہوتا ہے۔ اس منظر میں ایک بوڑھا اپنا سامان اٹھائے ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے جا رہا تھا۔ اس کا سارا وجود پھٹی ہوئی پتنگ کے کاغذ کی طرح ہوا میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

میرے اندر ایک ذرا سی تڑپ پیدا ہوئی پھر ختم ہو گئی۔ نوری پیچھے سے آ کر یوں لگ گئی تھی جیسے موٹر سائیکل پر بیٹھنے والی اپنے سوار ساتھی سے لگ جاتی ہے اور اپنے سینے کی تمام دھڑکنوں کو اپنے ساتھی میں منتقل کرتی رہتی ہے۔

الوداع دادا جان! آپ کی شرافت اور تہذیب کا دور گزر چکا۔ جو لوگ اپنے دور کے ساتھ نہیں چلتے' وہ اسی طرح اپنی زندہ میت اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

☆======☆======☆